مرثیہ نمبر ۱۵

مطلع

پھر آج باغِ سخن میں بہار آتی ہے

در حالِ حضرتِ امامِ حسین علیہ السّلام

۶۴
بند

تصنیف

میر علی محمّد عارفؔ لکھنوی

www.marsiya.com

رُباعیات

جس نے کہ جمالِ مرتضیٰؑ کو دیکھا
اُس نے محبوبِ کبریا کو دیکھا
احمدؐ نہ احد سے نہ یہ احمدؐ سے جُدا
دیکھا جو علیؑ کو تو خدا کو دیکھا

*

شبّیرؑ کو جب اہلِ عزا روتے ہیں
جو جو کہ ہیں خاصانِ خدا روتے ہیں
لکھا ہے کہ مجلس میں بصد شوق آ کر
زہراؑ روتی ہیں، مصطفٰےؐ روتے ہیں

*

پھر آج باغِ سخن میں بہار آتی ہے　　پھر آج زمزمہ سنجی کی بار آتی ہے
پھر آج نکہتِ گل بار بار آتی ہے　　پھر آج وجد میں صوتِ ہزار آتی ہے
ورق پہ لفظ ہیں تختے کھلے ہوئے گل کے
صریرِ کلک نہیں چہچہے ہیں بلبل کے

شگفتہ حرف ہیں یا کھل رہے ہیں باغ میں گل　　سوادِ خط کا ہے یا زلف کھولے ہے سنبل
نہیں ہے سرو و صنوبر کی اصل یاں بالکل　　ہر ایک مصرعِ تازہ ہے حور کی کاکل
برنگِ لالہ ہے روشن چراغ مضموں کا
چمن کا حسن دکھاتا ہے باغ مضموں کا

نہالِ گلشنِ مدحت پھپکتے جاتے ہیں　　صبا کی چھیڑ سے غنچے چٹکتے جاتے ہیں
نسیمِ فکر سے سب گل مہکتے جاتے ہیں　　روش سے آپ ہی کانٹے سرکتے جاتے ہیں
سمجھ گئے ہیں برائی کا اس میں نام نہیں
یہ باغ وہ ہے کہ جس میں ہمارا کام نہیں

بہار باغِ سخن کی ہے شہرۂ آفاق　　یہ تازگی ہے کہ پھولوں پہ بارِ رنگ ہے شاق
پسند کرتے ہیں سیر اس کی سب صحیح مذاق　　کہاں ہیں آئیں وہ جو اس چمن کے ہیں مشتاق
نسیمِ رحمتِ پروردگار آ پہنچی
خدا کا فضل ہوا پھر بہار آ پہنچی

بہارِ باغِ سخن کیا ہے مدحِ باغِ رسولؐ — سہرِ ثنا کا ہیں طُرّہ اِسی ریاض کے پھُول
اسی ثنا کے لئے وا ہے بابِ حسنِ قبول — اسی سے ہے شرف و عزّت و وقار حصُول

اِسی ثنا سے تر و تازہ باغِ ایماں ہے
یہ ذکر وہ ہے جو عینِ حدیث و قرآں ہے

یہ ہے وہ فعلِ حسَن جو ہے اولیا کو پسند — مَلائکہ کو پسند اور انبیا کو پسند
علیؑ و فاطمہؑ و سیّد الورا کو پسند — اب انتہا ہے کہ یہ ذکر ہے خدا کو پسند

قریب تر تھا جو یہ امر شانِ رحمت سے
خدا نے آپ ثنا کی زبانِ قدرت سے

فضائل آلِ محمدؐ کے ہیں ہر اک پہ عیاں — نہ دوستوں سے ہیں مخفی نہ دشمنوں سے نہاں
مجال کس کی ہے ان کے شرف کرے جو بیاں — کلامِ حق ہمہ تن جن کے وصف میں ہے زباں

رسا رہی ہے ہمیشہ خروشِ عالم میں
یہ وہ صدا ہے بھری ہے جو گوشِ عالم میں

انہیں کے جد ہیں کہا ہے جنہیں بشیر و نذیر — انہیں کے باب میں ارشاد ہے سراجِ منیر
انہیں کو حق نے کیا بادشاہِ ملکِ کبیر — انہیں کی شان میں آیا ہے آیۂ تطہیر

نہ چاہا اجر نبیؐ نے کوئی رسالت کا
کیا سوال انہیں کے لئے مودّت کا

بنائے دینِ الٰہی ہے اُستواران سے — کمالِ قدرتِ داور ہے آشکاران سے
شریعتِ نبویؐ کو ہے افتخاران سے — ملا ہے ملّتِ اسلام کو وقاران سے

جو تھے نجات کے رستے دکھا گئے سب کو
اصولِ معرفتِ حق بتا گئے سب کو

انہیں کے علم سے عالم نے حق کو پہچانا　　انہیں کے عدل سے عدلِ الٰہ کو مانا
کھُلے رموزِ نبوت نبیؐ کو بھی جانا　　ہوئے امام و امامت کی شان کے دانا
نہ ہوتی ان کی ہدایت اگر ضلالت تھی
نہ کرتے ذکرِ قیامت تو پھر قیامت تھی

صلوٰۃ و صوم ہے کیا حج ہے کیا زکوٰۃ ہے کیا　　کسی نے نام بھی اُن کا سُنا نہ تھا حاشا
خبر کسے تھی کہ ہے مال خمس حق کس کا　　جہاد کے بھی شرائط نہ جانتے تھے ذرا
نشانِ دیں تھا نہ اسلام ہی کی ہستی تھی
خدا کے بندوں میں مدت سے بت پرستی تھی

جب آیا جوش میں دریائے رحمتِ صمدی　　جہاں میں روشنیِ نورِ احمدی پھیلی
کتاب اپنی خدا نے پھر ان پہ نازل کی　　بیان کرنے لگے حکمِ حق ہر اک سے نبیؐ
خدا نے جبکہ رسالت کا اُن کو تاج دیا
نبیؐ نے حکم دیا آل نے رواج دیا

نبیؐ سے لے کے یونہی تا بہ حضرتِ قائمؑ　　رہا یہ سلسلہ آلِ رسولؐ میں قائمؑ
تمام عمر رہے سب مصلی و صائمؑ　　ہر اک پہ بابِ ہدایت کھُلا رہا دائمؑ
پسند حق ہوئی خدمت وہ باری باری کی
ہر اک نے گلشنِ ایماں کی آبیاری کی

مثالِ جد و پدر دیں کے پیشوا سب تھے　　چراغِ راہ شریعت تھے رہنما سب تھے
ذکی و ہادی و معصوم و مقتدا سب تھے　　جہازِ دینِ پیمبرؐ کے ناخدا سب تھے
انھیں کی ذات سے اب تک جہان قائم ہے
قدم سے ان کے زمین آسمان قائم ہے

www.ahlehaq.com

شرف میں آلِ نبیؐ کے نہیں کسی کو کلام ۔ خدا کے حکم سے خلقِ خدا کے ہیں یہ امام
بتائے اور بجالائے شرع کے احکام لڑا دیں جانیں مگر رکھ لی عزتِ اسلام

شہید سب ہوئے سب نے جہاں میں نام کیا
مگر حسینؑ نے کیا کربلا میں کام کیا

سُنیں اب اہلِ عزا حالِ غم فزائے حسینؑ دلوں کے واسطے خنجر ہے ماجرائے حسینؑ
ہر اک زبان پہ ہے ذکر جانگزائے حسینؑ ہر ایک سمت یہی شور ہے کہ ہائے حسینؑ

ستم شعاروں نے پیاسے کو قتل کر ڈالا
ارے نبیؐ کے نواسے کو قتل کر ڈالا

بیان کرتا ہوں کچھ رخصتِ حسین کا حال علی و فاطمہ زہرا کے نورِ عین کا حال
نبیؐ کی جان شہنشاہِ مشرقین کا حال حرم کی گریہ و زاری کا شور و شین کا حال

صدائے زینبِ غمگیں جگر ہلاتی ہے
بہن کے رونے کی آواز باہر آتی ہے

زباں پہ یہ ہے کہ ہے ہے مرے جواں اکبرؑ نظر سے چاند سی صورت ہوئی نہاں اکبرؑ
سیاہ ہے مری آنکھوں میں سب جہاں اکبرؑ بتاؤ ڈھونڈنے جاؤں تمہیں کہاں اکبرؑ

سُنا تو ہوگا جو دل پر گذر گئی بیٹا
یہ تیری پالنے والی نہ مر گئی بیٹا

یہ ماں کے بین ہیں اے میرے گیسوؤں والے مرے دکھوں کے مرادوں کے نازوں کے پالے
پڑی جو مجھ پہ نہ دشمن پہ بھی خدا ڈالے نثار ماں ہو مجھے اپنے پاس بلوا لے

سر اپنی گود میں لے کر سلاؤں گی پیارے
تھکے ہوئے ترے شانے دباؤں گی پیارے

www.marsiya.com

ملی نہ موت سے ہے ہے تمہیں اماں قاسمؑ — دُلہن کو چھوڑ کے رَن سے گئے کہاں قاسمؑ
لگا تھا سال ابھی تم کو تیرھواں قاسمؑ — ہزار حیف نہ پورے ہوئے جواں قاسمؑ
سلوک مجھ سے یہ کیا میرے نونہال کیا
پدر سے جا ملے ماں کا نہ کچھ خیال کیا

صدا یہ ہے کسی بی بی کی ہائے میرے لال — رکھوں گی رات کو اب کس کے چونکنے کا خیال
بہت تمہارے لئے ہے یہ ماں پریشاں حال — دکھا دو پھر علی اصغرؑ ذرا جھنڈولے بال
قرار کیا مجھے اے میرے نورِ عین آئے
ہمک کے گود میں آؤ تو دل کو چین آئے

اسی طریق سے لے لے کے ہر شہید کا نام — سرا پنا پیٹتے تھے اہلبیتِ شاہ تمام
خبر نہ ایک کی تھی ایک کو یہ تھا کہرام — کھڑے تھے خیمے کی ڈیوڑھی پہ سر جھکائے امام
طرح طرح کے تصور تھے صدمہ و غم تھا
جوانِ علی اکبرؑ کا داغ کیا کم تھا

یہ بین سُن کے نہ آخر رہا جگر کو قرار — حرم میں آئے بہ تعجیل سیّدِ ابرار
کہا کہ اے حرمِ پاکِ احمدِ مختار — صدا نہیں نہ تمہاری کہ ہیں قریب اشرار
اُٹھائی لاش پہ لاش اِس ضعیف و تنہا نے
مجھے تو رونے کی مہلت بھی دی نہ اعدا نے

اُٹھایا داغ برادر کا اور رو نہ سکا — سفر ہوا علی اکبرؑ کا اور رو نہ سکا
چھدا گلا علی اصغرؑ کا اور رو نہ سکا — بہا لہو مرے دلبر کا اور رو نہ سکا
زبانِ خشک لبِ خشک پر پھراتا تھا
میں تیر کھینچتا تھا اور وہ مُسکراتا تھا

www.ahlehaq.com

ہزار شکر کہ سب مرحلے ہوئے آساں — نہ کوئی طفل ہی باقی ہے اب نہ کوئی جواں
نہا نہا کے لہو میں ہوئے وہ شیر رواں — ہے آرزو کہ پہنچ جائیں ہم بھی ہیں وہ جہاں
وفائے وعدۂ طفلی کا جلد ساماں ہو
دعا کرو کہ ہماری بھی مشکل آساں ہو

مزا تھا زیست کا جن سے وہ مر گئے ہیہات — بغیر اُن کے ہے دشوار اِک گھڑی کی حیات
بشر تھے گو پہ ہر اِک ان میں تھا فرشتہ صفات — بہادر ایسے کہ مرنا سمجھتے تھے اِک بات
جہاں میں کس کو میسّر یہ آن بان آئی
زباں سے اُف نہ کیا اور لبوں پہ جان آئی

بپا ہے شور مبارز طلب عدو ہیں اُدھر — یہاں علم نہ علمدار ہیں نہ ہے لشکر
کٹے وہ تیغوں سے بیکس کے تھے جو سینہ سپر — ہمیں جہاد پہ کستے ہیں اب شکستہ کمر
لرزتے ہاتھوں کی طاقت بھی دیکھ لیں ظالم
جو صبر دیکھا ہے جُرأت بھی دیکھ لیں ظالم

بس اب نہ آنکھوں سے آنسو بہاؤ اے زینبؑ — تبرکاتِ پیمبرؐ منگاؤ اے زینبؑ
پھٹے ہوئے ہوں جو کپڑے وہ لاؤ اے زینبؑ — وداع ہو لو برادر سے آؤ اے زینبؑ
بر آئے گی کوئی دم میں مراد اعدا کی
یہ آخری ہے ملاقات ابنِ زہراؑ کی

اُٹھیں مہاتی ہوئی اشک زینبِ ناچار — تبرکات نکالے بہ دیدۂ خونبار
کیا جو پیرہنِ کہنہ زیبِ جسمِ نزار — تو پوچھنے لگی رو کر یہ خواہرِ غم خوار
پھٹا لباس پہننے کی کیا ضرورت ہے
کہا کہ یہ بھی جو بچ جائے تو غنیمت ہے

قبائے حیدرِ صفدر پہن چکے جو امام — خوشی سے کھِل گئیں کلیاں مہک مہک کے تمام
رکھا جو فرق پہ عمامۂ رسولِ انام — درود پڑھ کے کیا قدسیوں نے شہ کو سلام
سجرا جو آتا تھا دل غم سے شاہِ والا کا
دھرے تھے آنکھوں پہ رومالِ پاک زہرا کا

لہو بھرا ہوا تبدیل کر چکے جو لباس — چلے امامِ زماں بیبیاں ہوئیں بے آس
جھکائے سر کو سکینہ کھڑی ہوئی تھی جو پاس — لگا کے سینے سے اُس کو کہا بہ حسرت و یاس
نہ یاد کر کے ہمیں شب کو روئیو بی بی
جو نیند آئے تو ماں پاس سوئیو بی بی

گلے میں ڈال کے بانہیں یہ بولی وہ ناداں — بتائیے مجھے شب کو رہیں گے آپ کہاں
جُدا رہی ہوں کبھی آپ سے میں سوختہ جاں — نہ چھوڑیئے مجھے بابا میں آپ کے قرباں
نہ آئیے گا تو جان اپنی کھوؤں گی بابا
کسی کی گود میں میں تو نہ سوؤں گی بابا

اُتارا گود سے بہلا کے شاہ نے آخر — شکستگی ہوئی چہرے سے اور بھی ظاہر
چلا حرم سے یہ کہہ کر وہ صابر و شاکر — حسین جاتا ہے اللہ حافظ و ناصر
غریب و بیکس و مضطر کا خوب ساتھ دیا
خدا کے ہاتھ میں تم سب کا ہم نے ہاتھ دیا

کھڑی تھی ان کے جو پہلو میں فاطمہ کبریٰ — بھر آیا شاہ کا دل یاد آ گئی صغریٰ
بھا کے اشک یہ بانو سے شاہِ دیں نے کہا — خبر نہیں کہ ہے کیا حال میری صُغرا کا
عجب ہے کیا نہ ملی ہو اگر دوا اس کو
بہت علیل تھی اللہ دے شفا اس کو

بغیر چھوٹ کے زنداں سے جب وطن جانا　　گلے سے فاطمہؑ زہرا کو خوب لپٹانا
بیاں ہو قتل کا جب بیکسوں کے افسانا　　تو پیار کر کے یہ میری طرف سے سمجھانا
بھلا دو سارے عزیزوں کو دل پہ جبر کرو
کیا پدر نے بھی صبر اور تم بھی صبر کرو

یہ کہہ کے خیمے سے باہر شہِ اُمم آئے　　تڑپتے تا درِ عصمت سراحرم آئے
کمر کو ہاتھوں سے پکڑے بصد الم آئے　　قریب گھوڑے کے شاہِ فلک حشم آئے
قدم اُٹھاتے تھے لیکن بڑھا نہ جاتا تھا
یہ حال تھا کہ فرس پر چڑھا نہ جاتا تھا

بیاں کیا ہے یہ راوی نے یاں بحالتِ زار　　کھڑے تھے پاس فرس کے امامِ دیں ناچ
کہ نکلی خیمے سے اک سیدہ حزیں و نزار　　رکاب تھامی جب اُس نے تو شہ ہوئے اسو
عیاں نقاب سے زہرا کی شان ساری تھی
بہن حسینؑ کی تھی فاطمہؑ کی پیاری تھی

سنبھل کے بیٹھ چکے جب امامِ جن و بشر　　اُٹھائی باگ فرس کے بدل گئے تیور
اُڑا برنگِ غزال اور بڑھا برنگِ نظر　　شمیمِ گل تھا کبھی اور کبھی نسیمِ سحر
ہمیشہ بازیاں جیتی ہیں امتحانوں میں
بھری ہوئی ہے ہوائے بہشت کانوں میں

روانہ دشت میں پیکِ قضا کی صورت ہے　　فدا ہے ناز بھی کچھ اس ادا کی صورت ہے
اُڑیں پری کے بھی ہوش اس بلا کی صورت ہے　　فرس ہے یہ کہ مجسم ہوا کی صورت ہے
صریح ظلم ہے اس کو جو بادپا کہیئے
نہ کہیئے کچھ تو اسے جوہرِ ہوا کہیئے

مقابل اس سے ہو کب یہ ہوا کی قدرت ہے
نہ وہم و فکر نہ ذہنِ رسا کی قدرت ہے
سوائے حق یہ کہاں ماسوا کی قدرت ہے
فرس نہیں ہے سراپا خدا کی قدرت ہے
کمال کیا جو خوش اندام و خوبرو کہیئے
فرس امام کا ہے جلّ شانہٗ کہیئے

ہوا کو تیزروی کا دیا ہے اس نے سبق
جگر ہیں شیروں کے سینے میں اس کے خوف سے شق
شجاعت اس کا ہے حصہ تو قوت اس کا حق
لگائے ٹاپ تو اُلٹے ابھی زمیں کا ورق
پہاڑ ٹکڑے ہوں ہستی پہ اک بلا آئے
جگر یہ ثور کا کانپے کہ زلزلہ آئے

قرین پہنچ گئے لشکر کے جب شہِ ابرار
فرس کو روک کے پونچھا جبین و رُخ سے غبار
یہ شور لشکرِ شر میں بپا ہوا اک بار
دغا کو آگیا ابنِ علیؑ ذرا ہشیار
جدال فاطمہ زہراؑ کے نورِ عین سے ہے
یہ جنگ اور کسی سے نہیں حسینؑ سے ہے

جہاں جہاں ہیں پیادے صفیں جمائے رہیں
ہٹائیں پاؤں نہ پیچھے قدم بڑھائے رہیں
سوار گھوڑوں سے گھوڑے بہم ملائے رہیں
رُخ اپنے اوٹ میں ڈھالوں کی سب چھپائے رہیں
نگاہِ تیز فزوں تر ہے تیغ کے دم سے
کوئی نہ آنکھ ملائے علیؑ کے ضیغم سے

اُدھر تو لشکرِ بدکیش میں یہ بھی حالت
کھڑے تھے منتظر حکمِ حق اِدھر حضرت
جفا شعاروں کی جانب سے جب ہوئی شدت
پسر نے حجتِ ناطق کے ختم کی حجت
سقر کی سمت اُدھر فوجِ نابکار کھنچی
اِدھر نیام سے حیدرؑ کی ذوالفقار کھنچی

پلادے ساقیِ گلرُو شرابِ ناب مجھے　　دکھادے جامِ بلوریں میں آفتاب مجھے
یہ مے ملے تو نہ ہو حسرتِ شباب مجھے　　میں خاکسار ہوں ہے عشق بوتراب مجھے
رچی ہوئی ہے رگ و پے میں جو وہی لوں گا
میں بادہ نوش ہوں تلچھٹ بھی ہو تو پی لوں گا

خدا کے واسطے ساقی بس اب نہ ٹال مجھے　　اُتار نشے کا ہے اک ذرا سنبھال مجھے
فقط تجھی سے ہے منظورِ عرضِ حال مجھے　　فقیر ہوں مگر آتا نہیں سوال مجھے
جو ہے وہ مبدءِ فیاض تو بھی دریا ہے
خدا سے مانگا تھا یا آج تجھ سے مانگا ہے

پلادے جامِ مئے خوشگوار ہاں ساقی　　گراں ہے رندوں کو اب انتظار ہاں ساقی
ہیں خوش نصیب ترے بادہ خوار ہاں ساقی　　اُٹھا وہ جھوم کے ابرِ بہار ہاں ساقی
یہ بزم وہ ہے نہیں جس میں کام توبہ کا
گناہ ہے مرے مشرب میں نام توبہ کا

دکھادے جوشِ کرم جلد ساقیِ گلفام　　یہ وقت بھی ہے غنیمت پلادے اور اک جام
شروع ہونے پہ ہے ذکرِ جنگِ شاہ انام　　زبان سے مجھے لینا ہے ذوالفقار کا کام
مثالِ موج بپا دشمنوں میں ہلچل ہو
پلادے دُرد کہ تیغِ زباں کو صیقل ہو

وہ تیر آئے وہ شمشیرِ مرتضیٰ پہنچی　　گلوں پہ اہلِ جفا کے وہ پُرجفا پہنچی
گرائے فرق سر اسرِ جدھر کو جا پہنچی　　کہا یہ ہنس کے قضا نے کہ میں بھی آ پہنچی
پیادے پس گئے ہلچل پڑی یہ لشکر میں
زمیں پہ ہو گیا چھڑکاؤ خوں کا دم بھر میں

کوئی شریر ہوا دو کوئی شقی ہوا چار　　کسی کا فرق تھا زخمی کسی کا صدر فگار
کسی کے ہاتھ تو بازو کسی کے تھے بیکار　　بھرا ہوا تھا دلِ تیغِ آتشیں میں بخار
ٹٹولتی تھی جسے نیم جاں نکلتا تھا
کلیجے کاٹتی تھی جب دھواں نکلتا تھا

زباں اُڑا دی نکالی کسی نے منہ سے جو آہ　　زباں دراز کا قصّہ ہی کر دیا کوتاہ
ہر ایک زخم صفائی کا تیغ کی تھا گواہ　　چلی گلوں پہ تو بولی اجل کہ بسم اللہ
خطا پہ اپنی نہ قائل زبوں خصال ہوئے
حرام موت مرے اور پھر حلال ہوئے

اجل کو دے کے اشارہ رواں ہوئی شمشیر　　نہاں تنوں میں ہوئی گہہ عیاں ہوئی شمشیر
سمائی سینوں کے اندر تو جاں ہوئی شمشیر　　دہانِ زخم جو پایا زباں ہوئی شمشیر
سُنی نہ ایک کی اپنے عتاب کے آگے
یہ کون بات تھی اس لاجواب کے آگے

اِسے حلال کیا گاہ اُس کو تڑپایا　　اشارہ کر کے کیا ختم رحم گر آیا
زرہ میں سینے کو سینے میں دل کو بَرمایا　　گھٹا میں ڈھالوں کی جب چمکی خون برسایا
دیا یزید کا ساتھ اہلِ شام بھی ڈوبے
لہو میں ڈوب گئے خود بھی نام بھی ڈوبے

ہر اک سوار فرس سے شکست اُٹھا کے گرا　　چلا جو بھاگ کے ٹھوکر اک اور کھا کے گرا
ہوائے تیغ لگی جس کو لڑکھڑا کے گرا　　کسی کی گود میں اپنا ہی سر جو آ کے گرا
کہا اجل نے صلہ اب تو برمحل پایا
بتا شریر کہ نخلِ وغا کا پھل کھایا؟

www.chiarsiya.com

عجب بناؤ سے شمشیرِ آبدار چلی — لباسِ لال جو پہنا تو شعلہ بار چلی
گلے میں ڈالے ہوئے جوہروں کا ہار چلی — زمیں میں ڈوب کے نکلی فلک کے پار چلی
علیؑ کی تیغ تھی ہر اِک طرف رسائی تھی
زمیں پہ اُتری تھی اور آسماں سے آئی تھی

کئے تھے تیغِ دو پیکر نے سب کے ناطقے بند — کھُلے اشارے میں پھندے اُلجھ پڑی جو کمند
جو چھانٹیں تیروں کی سریاں تو کاٹے نیزوں کے بند — ترش ترش کے بنی کلک ہر سنانِ بلند
کبھی ادھر تو کبھی اُس طرف کو راہی تھی
زرہ کے جال میں پیری اگر تو ماہی تھی

طپاں تھے سینکڑوں بسمل پہ کچھ خیال نہ تھا — کئے تھے خون ہزاروں پہ انفعال نہ تھا
سپر کا کاٹنا کوئی بڑا کمال نہ تھا — لڑائی لڑتی تھی لیکن ذرا ملال نہ تھا
گلوں سے زخموں کے دامن کو بھرتی جاتی تھی
وہ ہنستی جاتی تھی اور قتل کرتی جاتی تھی

جلا دے خرمنِ ہستی کو شعلہ بار ایسی — خجل ہو برقِ جہندہ بھی بیقرار ایسی
گہر بھی دیکھ کے پانی ہو آبدار ایسی — جگر پہاڑوں کے ٹکڑے اُڑا دے دھار ایسی
زباں دراز تھی نازک ادا تھی رنگیں تھی
سبک تھی پھول سے کوہِ گراں سے سنگیں تھی

یہ تیغ وہ ہے کہ گھر گھر ہے جس کا افسانہ — یہ وہ پری ہے کہ ہر جن ہے جس کا دیوانہ
یہ جنس وہ ہے کہ ہے جان جس کا بیعانہ — یہ شمع وہ ہے کہ جس کی قضا ہے پروانہ
چراغ زخموں کے جلتے ہیں دشتِ ویراں میں
اسی کے دم کی یہ سب روشنی ہے میداں میں

www.Chiarsiya.com

یہی ہے تیغِ دوسر آسماں سے آئی ہوئی　　بنی بنائی ہوئی اور سجی سجائی ہوئی
خدا کی بھیجی ہوئی مصطفٰےؐ سے پائی ہوئی　　علیؑ سے صفدر و غازی کی آزمائی ہوئی

بسر رفاقتِ حیدرؑ میں اس نے راتیں کیں
نڈر تھی ایسی کہ شیرِ خدا سے باتیں کیں

جہادِ امام کا ہے یا خدا کا قہر و عتاب　　کھڑے ہیں آنکھوں کے آگے فرشتگانِ عذاب
بپا ہے شور کہ بے شک یہی ہے روزِ حساب　　دکھائی دیتا ہے ہر ایک کو جحیم کا باب

رواں لعینوں کو گن گن کے موت کرتی ہے
سپاہِ کفر کی دوزخ میں آج بھرتی ہے

زبوں خصال ہوئے جبکہ قتل تیس ہزار　　علیؑ کے لال نے بس تیغ روک لی اِک بار
یہ دل میں کہنے لگے تھم کے سیّدِ ابرار　　حسینؑ عصر کا وقت آگیا رکھو تلوار

وفائے وعدہ کا نزدیک اب زمانا ہے
تمہیں تو اُمّتِ عاصی کو بخشوانا ہے

یہاں تو دل میں یہ فرما رہے تھے شاہِ ہدا　　وہاں نواسے کے تھے منتظر رسولِ خدا
طبق بہشت میں میووں کے چُنتی تھیں زہراؑ　　علیؑ کھڑے تھے لئے جام آبِ کوثر کا

کٹا کے سر کو شہِ مشرقین آتے ہیں
جناں میں غُل تھا کہ پیاسے حسینؑ آتے ہیں

غضب کا حال ہے اے مومنو ذرا سُن لو　　ہوئے حسینؑ پہ جو ظُلم اشقیا سُن لو
سلوکِ اُمّتِ نااہل و پُر دغا سُن لو　　گذر گئی ہے جو مظلوم پر جفا سُن لو

پھرا کے خنجر کیں در دو پاس میں کاٹا
گلا حسینؑ کا دو دن کی پیاس میں کاٹا